

شٹاری روایات کے جامع: میرام الدین را بجیری

ڈاکٹر فضیل احمد قادری

فکرو نظر کے شمارہ ۲ جلد ۲۵ (اکتوبر، دسمبر ۱۹۸۷ء) میں جناب فضیل احمد قادری صاحب کا مقالہ "سلسلہ شٹاریہ بہار میں" طبع ہوا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسی سلسلے کا زیرِ نظر یہ مقالہ بھی موصول ہوا تھا۔ فکرو نظر کی خصوصی اشاعتوں اور بعض دیگر وجوہ کی بناء پر اس مقالے کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر واقع ہوئی۔

زیرِ نظر مقالہ کے مطالعہ سے پہلے "شٹاری سلسلہ" کے تعارف کے لئے جناب فضیل احمد قادری صاحب کے سابقہ مقالہ کا ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جو مستقل قارئین فکرو نظر کے استعمارِ ذہنی اور نئے قارئین کیلئے سلسلہ شٹاریہ سے تعارف کیلئے مفید ہو گا۔ جناب قادری صاحب منابعِ اشارات کے مصنف کے حوالے سے اس سلسلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"شطار شاطر کا صیغہ مبالغہ ہے۔ الشطر کے معنی جانب اور طرف کے ہوتے ہیں۔ جب طالب حق ہر طرف سے روگردانی کر کے جمالی الہی کے قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شاطر ہو جاتا ہے چونکہ اس میں وہ فنا نفس و ہوا اور امانت، ملاحظہ توحید اور ذات و صفات الہی سے دوچار ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا اور واصلِ حقیقی ہوتا ہے یوں شطار کا اطلاق اس پر ہونے لگتا ہے۔ لفظ شطار رسالہ حضرت نجم الدین کبریٰ میں اخیار و ابرار کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ یہ تمام الفاظ جمع ہیں۔ چنانچہ شطار بھی جمع ہوا، جیسا کہ جمال، عقاب و حکام جابل، عاقل اور حاکم کی جمع ہے تاکہ ابرار و اخیار کے ساتھ حسنِ مقابلہ ہو سکے۔ شطار، شطرنج باز، شتر تیز رو اور شوخ بچہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ ان لوگوں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جو معرفتِ ذات اور صفاتِ الہی کے لئے جہاد کرتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں بعدِ مرگ طبعی آخرت میں اپنے رویت اور مشاہدے سے نوازے گا۔ چونکہ یہ لوگ آخرتِ مرگِ ارادی سے اس جہاں میں حاصل کرتے ہیں لہذا شوخ، تیز رو اور بازندہ خودی کہلاتے ہیں۔" (مدیر)

صوبہ بہار کی علمی و روحانی تاریخ میں نالندہ اور را بجیر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے ازمینہ قدیم سے لے کر عہدِ وسطیٰ کے اخیر دور اور اس کے بعد بھی تصوف و عرفان کے چشمے یہاں

سے رواں ہوئے۔ کبھی یہاں مشہور "جامعہ نالندہ" ہوا کرتی تھی جہاں تشنگان علم اپنی پیاس بجھاتے تھے تو کبھی یہاں کے غاروں میں سالک راہ خدا عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتے اور گم کردگان سبیل کو صراطِ مستقیم تک راہنمائی فرماتے۔ اسی خاک سے سترہویں صدی کے وسط میں ایک ایسی شخصیت پیدا ہوئی جسے قدرت نے دل و دماغ کی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا اور جس نے تصوف و عرفان اور علم و وجدان کی تجدید میں ایک نہایت اہم کردار ادا کیا۔ سلسلہ شطاریہ کے "باقیاتِ صالحات" میں تھے اور اپنی تین نادر روزگار تحریروں کے ذریعہ مشربِ شطاریہ کی تاریخ و تعلیمات کو بقائے دوام عطا کیا۔ تذکرہ نگاروں نے علاوہ ایک کے وہ بھی مختصراً ان کے حالات جمع نہیں کئے۔ زیرِ نظر مقالہ "سلسلہ شطاریہ بہار میں" کے سلسلے کی دوسری کڑی ہے (۱)۔ میری مراد میرامام الدین راہگیر (۱۷۱۷ء - ۱۷۳۸ء) سے ہے۔ جن کی تالیفات کو ماخذ بنا کر پہلا مقالہ مرتب کیا گیا تھا۔ موجودہ مقالہ بھی اپنے ماخذ کے لئے میر موصوف کی تالیفات کا مرہون منت ہے۔

ابتدائی حالات:

آپ کا اسم مبارک خواجہ فضل اللہ، لقب عبدالحسیب اور عرفیت امام الدین تھی۔ (۲) مگر عام طور پر میرامام الدین (روایتوں میں پیرامام الدین) سے مشہور ہوئے۔ مورث اعلیٰ میرسید عماد الدین محمد حسنی البغدادی ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں اقامت پذیر ہوئے۔ ان کی چھٹی پشت میں میرسید جگن دانشمند نے دہلی کو خیرباد کہا اور جونپور میں مقیم ہوئے۔ میرسید جگن کے صاحبزادے سید محمد المعروف بہ سید جیو (۳) کے نور چشم میرسید علی منبھن بہار میں شیخ قاضی بن ملا شطاری (۴) کی صاحبزادی سے منسوب ہوئے۔ میرسید علی منبھن دانشمند اپنے والد کے ساتھ بہار تشریف لے آئے اور راہگیر میں مریم ٹولہ میں اقامت اختیار کی (۵)۔ میرسید عماد الدین حسنی بغدادی اور میرامام الدین راہگیری کے درمیان تیرہ نسلوں کا تفاوت ہے۔ شجرہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ میرامام الدین بن تاج الدین ثالث بن محی الدین بن سراج الدین بن شہاب الدین بن سید علی منبھن بن سید محمد جیو دانشمند بن سید جگن بن سید عبداللہ بن سید احمد دانشمند بن سید محمود بن سید تاج الدین ثانی بن میرسید عماد الدین محمد حسنی البغدادی (۶)۔

میرامام الدین کے حالات لکھنے والے واحد تذکرہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ میر عماد الدین

محمد حسنی بغدادی ہندوستان تشریف لائے۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت ۱۲۰۶ء میں قائم ہوئی ظاہر ہے اس کے بعد ہی آئے ہونگے۔ میرامام الدین کا انتقال ۱۷۱۷ء میں ہوا (۷)۔ ۱۲۰۶ء سے ۱۷۱۷ء کے درمیان پانچ سو گیارہ سال ہوتے ہیں اس عرصے میں تذکرہ نگار نے تیرہ نسلوں کا فاصلہ رکھا ہے اس رو سے اگر ہر شخص کی عمر پچاس سال لگائی جائے تو بھی بارہ نسلیں بنتی ہیں۔ دراصل تذکرہ نگار نے صرف روایتوں کو ماتخذ بنا کر میرامام الدین کے خاندانی حالات مرتب کئے تھے۔ زبانی روایتوں کی اپنی اہمیت الگ ہے مگر حسب و نسب کے معاملات میں ان پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ میرامام الدین کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ "بزرگ" اور "بزرگ زادہ" تھے۔ "اہل علم"، "اہل دل" اور "بندہ عشق" تھے۔

تعلیم و تعلم:

میرامام الدین کے حالات پر ایک کمری چھائی ہوئی ہے۔ علمی حلقوں میں عام طور پر ان کی طرف بے اعتنائی رہی ہے تاہم ان کے آثار علمی کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو "بین السطور" میں جستہ جستہ ان کے حالات کو دیکھا جاسکتا ہے۔ میرامام الدین کے عالم تجربہ ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ غالباً ان کی ابتدائی تعلیم اپنے والد میر تاج الدین شطاری اور میر سید جعفر جیو (۸) سے ہوئی۔ میر سید جعفر کے ذکر میں اکثر انہوں نے حضرت استاذ الاسلام اور "حقائق و معارف آگاہ صاحب علوم صوری و معنوی" جیسے آداب و القاب کو ملحوظ رکھا ہے۔ (۹)۔ ابتدائی تعلیم کے بعد میرامام الدین نے بنگال کا سفر اختیار کیا اور سنار گاؤں میں تحصیل فراغ کیا۔ سنار گاؤں میں طالب علمی کا ذکر بھی ان کی تحریروں سے عیاں ہے۔ ایک کتاب کے ذکر پر اپنی رائے یوں دیتے ہیں:

فقیر در سنار گاؤں در کتب خانہ حضرت مرشد الانام استاذ الاسلام حضرت خوندگار شیخ محمد افضل قدس سرہ نسخہ از کتب (۱۰)

ایک دوسرے موقع پر روغن کے ذکر میں اپنے مرشد سے عرض کرتے ہیں:

در سنار گاؤں بر سفرہ حضرت مرشد الاسلام خوندگار شیخ محمد افضل قدس اللہ سرہ روغنہ کی

آمد (۱۱)

ان اندراجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کی فراغت سارگاؤں، بنگال میں شیخ محمد افضل کی خدمت میں حاصل کی تھی۔
روحانی تعلیم کی ابتداء:

آپ نے شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری (م ۱۶۶۹ء) سے کسب فیض کیا۔

میر امام الدین نے شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری کے ذاتی حالات، ان کی اوائل زندگی کے احوال تجرید و تفرید اور ان سے اپنی ملاقات کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کے حالات زندگی کو مرتب کرنے بلکہ شاہ نعمت اللہ کی سوانح حیات لکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے (۱۲) میر موصوف کی ولادت ۱۶۳۸ء میں ہوئی اور ۱۶۶۹ء میں شاہ نعمت اللہ کا وصال ہوا۔ اس طرح دیکھا جائے تو شاہ صاحب کے وصال کے وقت میر موصوف کی عمر صرف اکیس سال کی تھی اور وہ تحصیل علم میں مشغول تھے۔ "حصول علم" کے ساتھ وہ "تریت راہ سلوک" میں بھی مشغول رہے۔ غالباً تصوف کی طرف ان کا رجحان صغریٰ سے تھا جس کی وجہ ان کا خاندانی ماحول تھا جس میں تصوف و عرفان کا سلسلہ شروع سے رائج تھا۔ شاہ نعمت اللہ سے اپنی پہلی ملاقات "جو غالباً قیام سارگاؤں کے دوران ہوئی بہت دلچسپ انداز میں بیان کرتے ہوئے مرشد کو "شاہ سریر تجرید"، "سلطان خطہ تفرید" اور "جنید قدم و شبلی ہم" جیسے خطابات سے یاد کر کے اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں (۱۳):

آنکہ بے مثل درجہاں باشد

تن کو نین راچوں جاں باشد

بسوا مظهر جواد قدیم

منج فیض بیکراں باشد

جامع اندر علوم ہجوں علی

شاہ با فقر تواماں باشد

تالچ حکم اوقضا و قدر
 ہرچہ فرماید آنچنان باشد
 گرد نعلین رہ روی کویت
 سرمہ چشم عارفان باشد
 سبز شاہان شاہ ہر دو جہاں
 نعمت اللہ بے گماں باشد

سید جمال الدین محمد (۱۴) المعروف بشاہ نعمت اللہ سے یہ ملاقات رسماً و تعظیماً رہی۔ اس بار ممکن ہے میر موصوف نے تعلیمات باطنی کے لئے گزارش کی ہو مگر کوئی خاطر خواہ توجہ حاصل نہ ہو سکی۔

کچھ عرصے بعد ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۶۶۸ء میں دوبارہ شرف نیاز حاصل ہوا (۱۵)۔ اس بار انہوں نے شاہ صاحب سے التماس شغل باطنی کیا۔ حکم ملا انتظار کرو اور حاضر ہوتے رہو، انشاء اللہ کچھ ضرور بتایا جائے گا۔ اس دن سے میر موصوف جہاں بھی جاتے درس خوانی ہو یا ملاقات دوستاں، شاہ صاحب کے ملازمین خاص کر محمد مقیم دربان خاص کو اطلاع دے جاتے اور اپنے مستقر کا پتہ دے جاتے کہ ممکن ہے طلبی ہو جائے مگر اسی انتظار میں محرم ۱۰۸۰ھ مطابق جون ۱۶۶۹ء میں شاہ صاحب کی روح نفس غصری سے پرواز کر گئی (۱۶)۔ اس تاریخ سے میر امام الدین نے شاہ صاحب کی مرقہ کو اپنی منزل بنا لیا اور عرصے تک جاروب کشی و مجاوری میں مشغول رہے۔ مقبرے کی تعمیر میں معماروں اور مزدوروں کے ساتھ کام کیا۔ دوستوں سے حسرت نیاافت مقصود کا اظہار کرتے رہے اور سرنوشت ازلی کی مٹھی سلجھاتے رہے۔ (۱۷)۔

پھر بیان کرتے ہیں کہ حضرت (شاہ نعمت اللہ) کے حین حیات انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت فرماتے ہیں:

بابا بن شمار قبول کردم، شجرہ و کلاہ بابا وجیہ الدین، شما خواہد داد (۱۸)

ایک دن انہوں نے شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے اور جانشین شاہ وجیہ الدین سے اپنا خواب بیان کیا شاہ وجیہ الدین نے جواب دیا کہ حضرت نے تمہارے متعلق مجھ سے کچھ فرمایا تھا پھر انہوں نے میرے موصوف کو تعلیمات سلسلہ کی تلقین کی اور اجازت و خلافت سے بہرہ مند فرمایا۔ مخدوم زادہ عالیجاہ حضرت شیخ نعیم اللہ جو شاہ صاحب کے داماد تھے انہوں نے بھی ارشاد مخصوص کی تعلیم دی اور اجازت و خلافت سے سرفراز کیا (۱۹)۔

ان واقعات کے تیس (۳۲) سال بعد ذی الحجہ ۱۱۱۱ھ مطابق مئی ۱۷۰۰ء کی چودھویں رات کو انہوں نے خواب میں حضرت شاہ نعمت اللہؒ کو دیکھا اور خیال پیدا ہوا کہ اس بار بیعت کر لیں چنانچہ تازہ وضو کے بعد بیعت سے سرفراز ہوئے اور کچھ نصیحت کے لئے عرض کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا:

وصیت تو قرآن است۔ ہرچہ خواہی از قرآن بخواں و بر آں عمل نما (۲۰)۔

شاہ نعمت اللہؒ کے احوال تجرید و تفرید کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

”سیر و سفر کے حالات اوائل زندگی میں یوں تھے کہ ایک چوگوشہ گودری جسم پر ایک ظرف آب کش نعلین کے ساتھ رسی سے کمر میں بندھی رہتی تھی۔ بغل میں قرآن حمال کئے ہوئے اکثر قصبہ منیر اور شیخ پورہ میں حضرت شعیب (۲۱) کے پاس تشریف لاتے۔ کسی کو آپ کے فضل و کمال اور علم و معرفت کی خبر نہ ہوتی۔ گدایا نہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ پہلی بار جب بنگال آئے تو یہاں کی زمین (مراد آب و ہوا) سے ملول خاطر ہوئے اور درج ذیل رباعی اس کی شان میں موزوں کی (۲۲):

بنگالہ زمین خراب و دل تنگ

رو فاتحہ خواں و سمنائے درنگ

اندر بحر و بر جائے آشنائیں نیست

باہست دریں شیر یا کام نہنگ

اور سرزمین بنگال کی جادو دانی کے حق میں یہ رباعی موزوں کی (۲۳):

یک چوں ماش رنگ در بنگالہ
صد شیر بیک نفس کند یرغالہ
از گوشہ چشم مائل آرد میدلہ
از نیم نگاہ سامری و گو سالہ

(اشعار مخطوطات سے نقل کئے گئے ہیں اس لیے ممکن ہے کوئی کوتاہی سرزد ہو گئی ہو۔)
شاہ نعمت اللہ نے میر موصوف سے فرمایا کہ میں اس ملک (بنگال) میں تین بار آیا ہوں۔
ہر بار "پابرہنہ" آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دو آدمی تھے، ایک ہی مربی کے ساتھ رہتے تھے۔
ایک دن مربی کو وضوء کے لئے پانی کی ضرورت ہوئی۔ میرا رفیق پابرہنہ پانی لانے چلا گیا چونکہ شہر
تدپور (کذا) کے نواح میں نوک دار پتھر بہت تھے میرے رفیق کا پاؤں بری طرح زخمی ہو گیا اس
دن سے میں نے اپنے جوتے نکال دیئے اور "پابرہنہ" چلتا ہوں۔ القصہ جب پہلی بار بنگال آیا تو
موضع مالتی پور جو نامہ (مالدہ) سے متصل ہے سید احمد مالتی پوری کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ مجھ پر نظر
پڑتے ہی انہوں نے فرمایا الحمد للہ کہ بہت سالوں بعد کوئی خدا کا دوست آیا ہے۔ کچھ عرصہ وہاں
رہا، عید وہیں گزاری پھر وہاں سے فیروز پور (۲۳) (گوڑ) آیا۔ یہ علاقہ اس زمانے میں دیران محض
تھا اور خطرناک جنگلی جانوروں سے پر تھا۔ یہیں ایک تالاب کے کنارے "تکیہ" قائم کی اور اہل
خانہ کے ساتھ برسوں فقر، فاقہ کی زندگی بسر کی اور اپنے حسب حال ایک مثنوی لکھی:

نعمت کہ بود یکے ازیشان
مجموعہ نشستہ و پریشان
بسیار جفائے چرخ دیدہ
در گردش خود کم آرمیدہ

وسعت معاش کی ابتداء شاہجہاں (۱۶۵۷ء-۱۶۲۷ء) کے عہد میں نواب سیف خاں کی صوبہ داری بنگالہ میں ہوئی۔ نواب مذکور راج محل سے شکار کے لئے اس علاقے میں آئے۔ ان سے شاہ صاحبؒ کی ملاقات دھلی میں جہانگیر (۱۶۲۷ء-۱۶۰۶ء) کے عہد سلطنت میں ہو چکی تھی۔ نواب مذکور کی سفارش پر شاہجہاں نے چار سو بیگمے زمین عطا کی۔ شاہ صاحبؒ کا مقبرہ اور خانقاہ یہیں ہے۔ نواب سیف کے بعد شہزادہ شجاع صوبہ دار بنگالہ مقرر ہوا۔ شجاع اپنی بیگمات و فرزندان کے ساتھ شاہ صاحبؒ کے حلقہ مریدان میں شامل ہو گیا۔ شاہ صاحبؒ اور ان کے متعلقین کی آمدنی لاکھوں تک پہنچ گئی (۲۶)۔

یہاں پر ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جو مشائخ کے جود و سخا، داد و دہش اور مال و متاع دنیوی میں ان کی عدم دلچسپی کا مظہر ہے (۲۷):

ایک بار کسی زمیندار کے ہاں شہزادہ شجاع کا ایک لاکھ بقایا رہ گیا۔ زمیندار پریشان حال شاہ نعمت اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہمہ دم شاہ صاحب نے ایک لاکھ روپیہ ادا کر دیا۔ اس کے علاوہ ہزاروں "ارباب استحقاق" کو خانقاہ سے ان کا حق ملتا تھا۔ طعام پر تقریباً تین سو روپیہ (یومیہ) خرچ تھا۔ اپنے حسب حال شاہ صاحبؒ نے یہ رباعی لکھی (۲۸)

در دل عارف نہ مکنجد مہر دینار و درم

جانب زری نگر دد چشم ارباب کرم

وست درویشاں نیا لاید بدینار و درم

در گلو بندی ندارد کیسہ صاحب کرم

یہ دوہڑہ بھی شاہ صاحبؒ سے منسوب ہے (۲۹)

یہ سکھ کال سن کہوں سہ سنائے

جود یا سوتھر رہا جو راکھا سو جائے

اور نگزیب عالمگیر (۱۷۰۷ء - ۱۷۵۷ء) کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد شہزادہ شجاع نے بنگال سے فرار اختیار کیا۔ اور نگزیب نے اگرچہ محدود مالی معاونت جاری رکھا مگر لگتا ہے اس نے رقم بہت کم کر دی کیونکہ میر امام الدین لکھتے ہیں کہ پانچ ہزار روپیہ وظیفہ مقرر ہوا اور جس وقت میر موصوف شاہ نعمت اللہؒ سے ملے اسی پانچ ہزار سے اخراجات پورے کئے جاتے تھے اور مستحقین کا خیال رکھا جاتا تھا۔ شہزادہ شجاع کے فرار کے بعد شاہ صاحب نے میل جول ترک کر کے "تفسیر جلالین" کی طرز پر قرآن کریم کی ایک تفسیر چھ ماہ کی محنت کے بعد ۱۷۰۷ء مطابق ۱۷۶۰ء میں مکمل کی۔ اس سے قبل شہنشاہ جہانگیر کی فرمائش پر دہلی میں قرآن کریم کا ایک ترجمہ جس کے زیادہ تر حروف کلیہ قرآن کے اعداد کے موافق تھے مکمل کر چکے تھے۔ اس کا نام "تفسیر جہانگیری" ہے۔ یہ تفسیر بارہ سال میں مکمل ہوئی تھی (۳۰)۔ وفات کے وقت درج ذیل رباعی زبان پر تھی۔

روشن نظرم بنور بیٹائی خویش

آراستہ ام بزم شکیبائی خویش

برخاستہ ام ز مجلس آرائی خویش

خوش وقت تشنہ ام بہ بیٹائی خویش

شاہ نعمت اللہ کے اجداد کا وطن ہانسی تھا۔ آپ کے والد بزرگوار سید عطاء اللہ نارنول میں اقامت گزیرے تھے۔ آپ کی نشوونما نارنول میں ہوئی۔ پینتالیس سال کی عمر میں "تحصیل کمال علم و معرفت" اور مختلف علاقوں کے سفر کے بعد فیروز پور میں اقامت اختیار کی اور چند سال تک "مسند ارشاد" سنبھالی اور ظاہری و باطنی محاسن کی تکمیل میں مشغول رہے (۳۱)

شیخ رکن الدین شطاری (۱۷۰۵ھ - ۱۶۲۹ء) کی خدمت میں:

جندہا، شمالی بہار کے جدید ویشالی ضلع کا ایک دیہی علاقہ ہے جو تقریباً ڈھائی سو سال تک مشرقی ہندوستان میں سلسلہ شطاریہ کا مرکز رہا ہے۔ اس خانوادے کے سرخیل شیخ قاضی شطاری اور ان کی اولاد و امجاد نے سلسلہ شطاریہ کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ شیخ قاضی کے داماد، مرید اور خلیفہ میر سید علی منہنم دانشمند (۳۲) راہگیر سے تعلق رکھتے تھے۔ میر امام الدین میر سید علی منہنم دانشمند کی اولاد میں ساتویں پشت میں تھے اور شیخ رکن الدین شطاری جندہوی شیخ قاضی کی خانقاہ کے سجادہ نشین اور ساتویں نسل سے تھے۔ دونوں خانوادوں میں قدیم قرابتداری اور تعلق روحانی تھا۔ شیخ رکن الدین شطاری میر امام الدین کے مرشد تھے۔ دونوں میں ارتباط قلبی اور مہر و محبت کا ایک خاص تعلق تھا۔ ممکن ہے بچپن سے ہی میر موصوف جندہا آتے رہے ہوں مگر تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے شیخ رکن الدین کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں مگر ملفوظات جمع کرنے کا خیال غالباً دیر سے آیا تھا کیونکہ ملفوظات میں ۱۱۰۳ھ مطابق ۱۶۹۲ء سے لے کر ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء تک یعنی صرف چودہ سال کے اندراجات کچھ وقفوں کے ساتھ موجود ہیں۔

میر امام الدین اپنے مرشد کی صحت و سلامتی کے لئے ہمیشہ دعاگو رہتے تھے۔ اکثر ملاقاتوں کے بعد یا جندہا سے وطن (راہگیر) روانہ ہوتے وقت بے چین ہو جایا کرتے تھے۔ ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء میں ایک ایسے ہی موقع پر بڑے جذباتی انداز میں مرشد کی صحت و سلامتی کی دعا کرتے ہوئے یہ اشعار تحریر کرتے ہیں: (۳۳)

خدایا تو آن ظل باکرم

بے دار یرطالبان درت

وجودش وجود ترا یادگار

گواہی وجودت بود برقرار

ترا حجت نیک در عالم است

عجبائے حق در جہاں دایم است

دوسرے موقعہ پر یہ کہتے ہیں (۳۴)

الہی غل آل صاحب کرامت

بے بی دار بر سر ہا سلامت

شیخ رکن الدین نے رمضان ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۸۶ء کی شب چہارم میں نصف شب تازہ غسل کے بعد میر موصوف کو شرائط تلقین سے نوازا۔ اسی رمضان کے عشرہ اخیر میں بعضے خواندنی اور "اذکار مشرب شطار" عنایت فرمایا اور یوم عید پیش بنی اعمام حصار عید گاہ میں جبہ و دستار "شجرہ پیران شطار" اور "اجازت نامہ" سے سرفراز کیا (۳۵)۔ تحریری خلافت نامہ سلسلہ شطاریہ اسی سال کے ماہ ذی قعد میں مرحمت فرمایا (۳۶)۔ شیخ رکن الدین میر موصوف پر شفقت و رحمت خاص کی نظر رکھتے تھے۔ ان کی محبت و رحمت میر امام الدین کے نام ان دو مکاتیب سے ظاہر ہے جسے میر موصوف نے ملفوظات میں نقل کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مکاتیب کو یہاں پیش کر دیا جائے۔ زبان سادہ و سلیس ہے۔ رمضان ۱۱۰۶ھ مطابق ۱۶۹۴ء کا ایک مکتوب (۳۷)۔

نعمدہ و نعلہ تعالیٰ و تقدس آل زبہ اہل صفا، صاحب تمکین را برجادہ ارشاد طالبان علوم صوری و معنوی متمکن داشتہ بہ تجلیات جمال و هو محکم اینماکنتم (۳۸) خوش وقت و اراد۔ چہ نوید از فرط اشتیاق کہ شاہد ایں حال دل بہر نزول ایشان کہ ہر نوع عالم قدس است خواہد بود۔ رابطہ معنوی تسلی بخش دل مجبور اں کہ آل خانہ قرب است و نہ بعد وصال و نہ فراق۔ اللہ مزید در مزید گرداند خاتمہ کار بخیر باد۔

دوسرے مکتوب (۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء) میں تحریر فرماتے ہیں (۳۹)۔

حامداً و معلیاً و مسلماً و مبارکاً

برادر دلنشین سید امام الدین سلمہ اللہ تعالیٰ الی یوم الدین

مکتوبے کہ محبوب شیخ احمد باد و سرورق شرم اسماء عظام شعل توحید ناب رقم زدہ کلک واردات شدہ بود۔ خیلے مستحسن و مبارک بر شاغلان واقفان ایں اشغال گردید۔ الحمد للہ المنتہ۔ باقی مواجہ

صوری و معنوی روز افزوں است

نہ حسنت درجہاں آخر نہ سعدی راغن پایاں

الہی عاقبت و خاتمہ اس نحیف، طفیل سرور کائنات و فرزند ان بختیاریاد

میر امام الدین کے لئے "زبدہ اہل صفا"، "صاحب تمکین" اور "برادر دلنشین" جیسے خطابات کا استعمال شیخ رکن الدین کی میر موصوف کے لئے شفقت و رحمت کا آئینہ دار ہے۔

شیخ رکن الدین شکاری کی آخری علالت اور انتقال کے حالات میر موصوف نے بڑے جذباتی انداز میں بیان کئے ہیں (۳۰)۔ اخیر میں انہوں نے مرقد مرشد کا ذکر کرتے ہوئے ایک رباعی اور ایک شعر تحریر کیا ہے جو ان کے "جذبات دلی" کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ (۳۱)۔

مہ زیر گل احتجاب نمود

عاشقان را بدیں عذاب نمود

پردہ از زلف بستہ براغ خود

درد و حیرت بدیں خراب نمود

گریاں جگرے زمین کشادند

آل دوست خدا دروں نہادند

والد گرامی سے خلافت:

شیخ رکن الدین شکاری سے اجازت و خلافت کے وقت میر امام الدین کی عمر اڑتیس (۳۸) سال تھی۔ اس سے تین سال پیشتر رجب ۱۰۹۳ھ مطابق ۱۶۸۳ء میں عمر پینتیس (۳۵) سال میر موصوف کے والد گرامی میر تاج الدین نے انہیں اپنا "مجاز مطلق" بنا دیا اور ہر "چارودہ خانوادہ" کی اجازت جو انہیں حاصل تھی عطا کر کے اپنا نائب مقرر فرمایا (۳۲)۔ شاہ نعمت اللہ قادری سے "عالم رویا" میں بہت بعد میں ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں بیعت کی سعادت حاصل ہوئی مگر

کسی اور شیخ سے بیعت کا ذکر میرا امام الدین نے نہیں کیا ہے۔ قرائن بتاتے ہیں کہ سفر بنگال سے قبل وہ اپنے والد میر تاج الدین قادری شطاری سے بیعت کر چکے ہونگے کیونکہ عام طور پر روحانی خانوادوں کی یہی روش رہی ہے مگر خلافت و اجازت علوم ظاہری و معنوی کی تحصیل و فراغت کے بعد عطا ہوئی۔ میر تاج الدین نے درج ذیل خلافت نامہ عطا فرمایا: (۴۳)

الحمد لله الجاعل في الارض خليفه الصلوة على سيدنا محمد وآله المبعوث تبليغ الشريعة
بعد حمد وصلوة ميگويده بنده خاندان نبوي تاج الدين محي الدين سراج الدين محمد شباب الدين
منهم سید جيو الحسنی۔ چون فرزند سعادت مند صاحب علوم شریعت واقف رمايز طریقت
ماہر اسرار حقیقت و معرفت جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول وارث علوم سید
المرسلین بابا سید امام الدین (حسینی را بگیری) دل از ما سوای الله برداشته دست از دنیا و ما فیها
افشاندہ اکثر مشائخ وقت خود دیدہ بہرہ صحبت ایشان یافتہ شابستہ جاہد بزرگان گشتہ اس خلیفہ
و مجاز چہارودہ خانوادہ برائے توبہ دادن و بیعت نمودن از طرف خود نیز مرضخ گردانید۔
باید کہ باہتمام شریعت کوشید بہ ذکر و فکر و مراقبہ و شغل باللہ و تلاوت قرآن و اسماء اللہ
تعالی معمور الوقت باشد۔ و ہر کرا ارادت بیعت و ارشاد و غیرہ و طایف و اوراد بعد استخارہ و
ارشاد باطنی قبول نمودہ مرید و ارشاد و تلقین نماید و نیز رخصت و رضا و ادا۔ باہر سر
معرفت و حقیقت کہ طلب ہدایت و ارشاد و اوراد و دعوات و غیرہ اسرار ربانی و کمالات
روحانی بکنند خوشنود و خدا و رسول نیز مددگار و خوشنود باد و دعاء و دوجانی این فرزند
بفضل خویش بہ آسانی برآورد و کمال کرمہ آمین آمین باد بحمد و آلہ الامجاد تاریخ پنجم
رجب روز پنجشنبہ ۱۰۹۳ھ۔

ترجمہ:

تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے (انسان کو) زمین پر اپنا نائب مقرر کیا اور صلوة
و سلام سیدنا محمدؐ اور ان کی اولاد جو تبلیغ شریعت کے لئے مبعوث کئے گئے۔ حمد و صلوة
کے بعد بندہ خاندان نبوی تاج الدین (بن) محی الدین (بن) سراج الدین (بن) محمد شباب
الدین (بن) منهم سید جيو الحسنی کہتا ہے کہ جب فرزند سعادت مند صاحب علوم
شریعت واقف رمايز طریقت ماہر اسرار حقیقت و معرفت جامع معقول و منقول حاوی فروع

و اصول وارث علوم سید المرسلین بابا سید امام الدین (حسبی را بگیری) نے دل کو ماسوائے اللہ اور اپنا ہاتھ دنیا و مافیہا سے کھینچ لیا اور مشائخ وقت کی صحبت سے بہرہ مند ہو کر شائستہ بزرگوں کے راستے پر چلے تو اس خلیفہ و مجاز چہارہ خانوادہ نے بیعت اور توبہ لینے کے لئے اپنی طرف سے مجاز کیا۔ انھیں چاہئے کہ اہتمام شریعت کے لئے کوشش کریں۔ ذکر و فکر، مراقبہ و عبادت، تلاوت قرآن اور اسماء الہی کے ورد میں وقت گذاریں۔ لوگوں کو استخارہ اور ارشاد باطنی کے بعد مرید کریں، اوراد و وظائف اور ارشاد تلقین کریں۔ اور میں نے اپنی طرف سے رضا و اجازت عطا کی۔ جو کچھ معرفت و حقیقت کے راز، طلب ہدایت، ارشاد و اوراد، دعوات وغیرہ اسرار ربانی و کمالات روحانی حاصل کریں اس سے خوش ہوں خدا اور اس کے رسولؐ بھی مددگار ہوں اور خوش رہیں۔ اس فرزند کے مدعاء و دوجہانی اللہ اور اس کے رسولؐ کے کرم سے پورے ہوں۔ آمین آمین آمین باد بھد و آلہ الامجاد۔ تاریخ پنجم رجب روز پنجشنبہ ۱۰۹۴ھ۔

دیگر مشائخ سے خلافت:

شاہ وجیہ الدین خلف و سجادہ نشین شاہ نعمت اللہ قادری، شیخ نعیم اللہ خویش شاہ نعمت اللہ، شیخ رکن الدین شطاری اور اپنے والد میر تاج الدین قادری شطاری کے علاوہ میر سید جعفر قادری رشیدی سے قادریہ رشیدیہ (۳۴)، میر سید محمد اسلم خلف و جانشین میر سید جعفر سے چشتیہ، فردوسیہ اور مداریہ (۳۵) اور حاجی شیخ محمد المعروف بہ شیخ گھاسی چشتی بہاری۔ از دودمان بابا فرید الدین گنج شکر (۳۶) سے چشتیہ (۳۷) سلسلے میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ علاوہ ازیں برادر کلاں میر سید جیو (میر سید جعفر) سے بھی کچھ اشغال و اوراد کی اجازت تھی۔ میر موصوف نے ان بزرگ کا اسم شریف درج نہیں فرمایا ہے صرف برادر کلاں میر سید جیو (۳۸) تحریر کیا ہے۔

سلسلہ شطاری کے آثار علمی و روحانی:

میر امام الدین کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سلسلہ شطاریہ کی تمام تعلیمات کو اپنی نادر تحریروں کے ذریعہ یکجا محفوظ کر دیا ہے اور اس دلچسپ روحانی سلسلے کے مشائخ (برصغیر میں

عموماً اور بہار و مشرقی ہندوستان میں خصوصاً کے کارناموں اور تعلیمات کو عام کرنے میں قابل قدر خدمت سرانجام دی ہے۔

مولوی کریم الدین نے ان کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے (۴۹)۔ پروفیسر سید حسن عسکری نے اپنے مقالے میں تینوں کتابوں کا ذکر کیا ہے مگر مناج اشعار کو شیخ قاض شکاری سے منسوب کر دیا ہے (۵۰)۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنے فاضلانہ مقالے میں تحریر فرمایا ہے کہ جمائگیر کے معاصر شاہ پیر میرٹھی آخری شکاری صوفی تھے، شاہجہان اور اورنگزیب کے عہد میں کسی شکاری بزرگ کا ذکر نہیں ملتا (۵۱)۔ تقریباً اسی خیال کا اعادہ انہوں نے اپنی معرکہ الآراء تصنیف میں بھی کیا ہے۔ (۵۲)۔ اس عہد میں بہار اور اس کے نواح کے شکاری بزرگوں کے گوشہ گمنامی میں ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی کتابیں عرصے تک پردہ اخفاء میں رہیں اور ان کے خیالات کی ترویج و تشہیر سلاسل قادریہ اور نقشبندیہ کے معاصر مشائخ کی طرح نہیں ہو سکی۔

شکاری مآخذ کا مختصر جائزہ:

برصغیر میں شاہ عبداللہ شکار (م ۱۴۸۴ء) بانی سلسلہ شکاریہ کی "لطائف غیبیہ" (۵۳) پہلا شکاری مآخذ ہے۔ شاہ عبداللہ شکار کے ہندوستان میں دو خلفاء ہوئے۔ شیخ عبدالحفیظ جونپوری اور شیخ قاض بن علا شکاری تھے۔ اول الذکر کے خلیفہ شیخ بدھن ہوئے (۵۴)۔ جن سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۵۵) کے چچا شیخ رزق اللہ مشتاق مصنف واقعات مشتاق نے اذکار شکاریہ کیلئے اجازت حاصل کی (۵۶)۔ شیخ بدھن کے جانشین شیخ ولی بدولوی (م ۱۵۵۹ء) ہوئے۔ انہوں نے اپنے خلفاء شیخ فدن، شیخ حاجی اور شیخ بہاء الدین مصنف رسالہ شکاریہ (۵۷) کو دور دراز علاقوں میں سلسلے کی اشاعت کے لئے روانہ کیا۔ شاہ عبداللہ شکار کے خلیفہ اول شیخ عبدالحفیظ کے جانشینوں نے صرف ایک کتاب مذکورہ بالا "رسالہ شکاریہ" یادگار چھوڑی۔

"لطائف غیبیہ" کے بعد شکاری سلسلے کی اہم کتاب شیخ قاض شکاری کے ملفوظات کا مجموعہ "معدن الاسرار" ہے جسے ان کے خلیفہ اور داماد میر سید علی منمن دانشمند نے جمع کیا تھا۔ اب تک اس کے دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک نسخہ منیر ضلع پٹنہ کے شاہ یوسف مرحوم کی ملکیت میں تھا (۵۸) دوسرا خانقاہ مجیبہ پھولاری شریف میں موجود ہے جس کی کتابت محمد طاہر الملقب بہ محمد

شاہباز شطاری کے ایماء پر میر محمد الحوا موشی الموسوی الحسینی الہراتی ثم الدہلوی نے ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۳۳ء میں کی تھی۔ موجودہ مقالہ نگار کے پاس اس کے چند اہم اجزاء کا عکس موجود ہے (۵۹)۔ اس کے علاوہ شیخ قاضی کی ایک اور تصنیف اوراد شاہ ابو الفتح پیر سرمست تھی جو اب نایاب ہے (۶۰)۔ اس کے بیشتر اجزاء میر امام الدین نے اپنی کتاب مناجات اشرار میں شامل کر لئے ہیں۔ سید محمد غوث گوالیاری (م ۱۵۶۳ء) کی شہرہ آفاق تصانیف "جواہر خمسه"، "بحر الہیات"، "تکلید مخازن"، "ضمائر و بصائر"، "کنز التوحید" کسی تعارف کی محتاج نہیں (۶۱)۔ مشرب شطاری کی ترویج و اشاعت میں سید محمد غوث گوالیاری کی گرفتار تصانیف کا اہم حصہ رہا ہے۔ "جواہر خمسه" پیر سید محمد غوث کے برادر بزرگ شیخ پھول (۶۲) (شہادت ۱۵۳۸ء) کے صاحبزادے میاں عبداللہ نے ایک شرح لکھی تھی۔ شیخ رکن الدین شطاری کے بیان میں ہے (۶۳):

ملا عبداللہ پسر بندگی حضرت میاں شیخ پھول "جواہر خمسه" را شرح نوشتہ اند۔ این رسالہ آن شرح است۔ باز فرمودند کہ ملا عبداللہ مرید پدر خود بودند بعد از ندادہ پدر خود رجوع عم خود بندگی حضرت میاں شیخ محمد غوث آوردند۔ تربیت از ایشان شدند کمالات و فضیلت عالی داشتند۔

ملا عبداللہ پسر بندگی شیخ پھول نے "جواہر خمسه" کی شرح لکھی ہے۔ یہ رسالہ وہی شرح ہے۔ پھر فرمایا کہ ملا عبداللہ اپنے والد کے مرید تھے اور والد کے بعد اپنے چچا حضرت میاں شیخ محمد غوث سے رجوع کیا۔ ان کی تربیت شیخ غوث سے ہوئی۔ کمالات و فضیلت عالی رکھتے تھے۔

اس بیان سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ شرح جواہر خمسه نوشتہ ملا عبداللہ، جنڈیا میں شیخ قاضی کے خاندان میں موجود تھی مگر اب نایاب ہے۔ دوم یہ کہ ملا عبداللہ، شیخ پھول کے فرزند تھے نہ کہ غوث گوالیاری کے جیسا کہ ماثر الامراء اور اقبال نامہ جہانگیری کے مولفین نے بیان کیا ہے۔ چونکہ والد کی شہادت کے بعد عم بزرگوار کے سایہ عاطفت میں رہے ممکن ہے اس وجہ سے مورخین کو تسامح ہوا ہو (۶۴)۔ جہانگیری کے عہد میں غوثی شطاری ماندوی نے بزرگان سلسلہ اور دیگر مشائخ کے حالات میں گزار ابرار "تصنیف کی۔ غوثی کی معلومات خصوصاً سلسلہ شطاریہ کے بزرگوں کے حالات کے لئے بڑے وسیع تھے مگر کہیں کہیں اس کی ثولیدہ بیانی مسئلے

پیدا کرتی ہے تاہم لائق اعتبار ہے کیونکہ وہ خود غوث گوالیاری کے مرید تھے اور کئی معاصر بزرگوں سے تعلیمات حاصل کی تھیں (۶۵)۔ غوث گوالیاری کے مرید و خلیفہ اور اپنے عہد کے متبحر عالم شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م ۱۵۸۹ء) نے "التحفة المہدیہ" کے نام سے عربی میں ایک رسالہ تحریر کیا تھا (۶۶) ان کے مرید و خلیفہ سید مجد الدین المعروف بہ صبغت اللہ بھڑو جوی (م ۱۶۰۶ء) مقیم مدینہ نے شطاری تعلیمات کو دیار عرب میں عام کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے شیخ غوث گوالیاری کی جواہر خمہ کو عربی قالب میں "تقریب الجواہر المہمتہ" کے عنوان سے ڈھالا (۶۷)۔ اس کے بعد تصوف میں ہی کتاب الوحدة، ارأۃ الدقائق فی شرح مراۃ الحقائق اور مالایسع للمرید ترکہ کل یوم من سنن القوام۔ ان کی یادگار تصانیف ہیں (۶۸)۔ اس عہد کے دوسرے بزرگ امام الدین محمد عارف العثماني المعروف بہ شیخ عبدالنبی شطاری (م ۱۶۱۱ء) ایک اہم علمی ستون تھے۔ تذکرہ علمائے ہند میں ان کی پچاس سے زائد تصانیف کا ذکر ہے (۶۹)۔ جن میں ایک درجن کتابیں صرف تصوف کے موضوع پر ہیں (۷۰)۔ شیخ عبدالنبی شطاری کو زبید احمد نے بغیر کسی ثبوت کے شیخ عبداللہ شطار کا مرید لکھا ہے (۷۱)۔ لیکن یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں کے درمیان ایک صدی سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔ ممکن ہے صبغت اللہ بھڑو جوی کی طرح وہ بھی سید وجیہ الدین علوی گجراتی کے مرید ہوں: شیخ عبدالنبی کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ شطار کے لطائف غیبیہ کی شرح عربی میں "جواہر الاسرار شرح اللطیفۃ الغیبیہ" کے نام سے تحریر کی (۷۳) سترہویں صدی کے نصف آخر میں میر سید جعفر قادری رشیدی شطاری نے "رسالہ شطاریہ" تحریر فرمایا (۷۳)۔

جب میر امام الدین را بگیری نے سلسلہ شطاریہ کی تعلیمات کو کتابی شکل میں مرتب کرنا شروع کیا اس وقت مذکورہ بالا تمام کتابیں وجود میں آ چکی تھیں ممکن ہے یہ "لڑپچر" ان کے پیش نظر رہا ہو مگر سب سے زیادہ جس کتاب سے انہیں مدد ملی وہ شیخ قاضی شطاری کے ملفوظات کا مجموعہ "معدن الاسرار" تھا۔ میر امام الدین کی دو "تصانیف" "مناجیہ الشطار" اور "اوراد امام الدین را بگیری" میں معدن الاسرار کی صدائے بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔

لہذا ضرورت ہے کہ ان کی تصانیف کا تعارف کرانے سے پہلے معدن الاسرار کے مندرجات کو پیش کر دیا جائے۔

معدن الاسرار کا موجودہ نسخہ ۵۶ اوراق کا مخطوطہ ہے۔ ۲۱ سطریں ہیں اور سرورق پر خانقاہ مجیبہ پھلواری شریف پٹنہ کے دو صاحب سجادہ شاہ نعمت اللہ قادری (م ۱۸۳۰ء) اور شاہ علی حبیب نصر قادری (م ۱۸۷۸ء) کے دستخط ہیں۔ پوری کتاب ۶۰ فصلوں پر منقسم ہے:

شروع: حمد و ثناء و مدح فراواں سپاس و ستائش بے انتہا..... الخ

در بیان توبہ	فصل اول۔
در بیان برزخ	فصل دوم۔
در بیان تصور	فصل سوم۔
در (کذا) مرشد و فائدہ آل	فصل چارم۔
در بیان مد (کذا) و فائدہ آل	فصل پنجم۔
در ذکر اسم ذات و بیان آل	فصل ششم۔
در بیان اسماء و صفات و ثمرات آل	فصل ہفتم۔
در بیان مراقبہ۔	فصل ہشتم۔
در بیان محاسبہ	فصل نہم۔
در مواعظ	فصل دہم۔
در بیان کل نفس واحد	فصل یازدہم۔
در بیان محاربہ اکبر و منافع آل	فصل دوازدہم۔
در بیان ذکر صبح و شام	فصل سیزدہم۔
در بیان مراقبہ باطنی	فصل چار دہم۔
در بیان ملفوفات (کذا)	فصل پانزدہم۔
در بیان ملفوف برائے وصول الی اللہ	فصل شانزدہم۔
در بیان وصول حق	فصل ہندہم۔
در بیان تصورات	فصل ہیز دہم۔
در بیان ملاحظہ استغراق	فصل نوزدہم۔
در بیان حضور خودی محمود	فصل بستم۔

- فصل بست و یکم- در بیان ملاحظه بطن فی سبع بطن
 فصل بست و دوم- در بیان ذکر نفی و اثبات مع هزار و یک اراده و اراده کشف
 فصل بست و سیوم- در بیان هوش دردم و خلوت در انجمن
 فصل بست و چهارم- در بیان شغل ملاحظه که هر یک ملاحظه بعد تلقینات
 فصل بست و پنجم- در بیان نفی خطر نفسانی
 فصل بست و ششم- در بیان تلوین و تکوین
 فصل بست و هفتم- در بیان اراده توحید بعد تلقینات
 فصل بست و هشتم- در بیان مرد خدائے
 فصل بست و نهم- در بیان مجاهده ظاهری و باطنی
 فصل سی ام- در بیان خودی و بے خودی
 فصل سی و یکم- در بیان مشرب شطار و دین کامل
 فصل سی و دوم- در بیان ذکر نفی و اثبات باراده خاص الخاص
 فصل سی و سیوم- در بیان اعمال در ظاهر و باطن
 فصل سی و چهارم- در بیان شرائط تلقین و سند آل
 فصل سی و پنجم- در بیان ذکر هشت رکنی و سند آل
 فصل سی و ششم- در بیان تلقین
 فصل سی و هفتم- در بیان صدق و اعتقاد مرید و فنا فی الشیخ
 فصل سی و هشتم- در بیان صحو و سکر
 فصل سی و نهم- در بیان الغیب و المحصور
 فصل چلم- در بیان جمع و تفرقه
 فصل چل و یکم- در بیان فنا و بقا
 فصل چل و دوم- در بیان شریعت
 فصل چل و سیوم- در بیان طریقه و چهار مشرب
 فصل چل و چهارم- در بیان مراد حقیقت و معنی حقیقت
 فصل چل و پنجم- در بیان معیت خداوند تعالی

در بیان تعین سلوک و سیر الی الله و سیر فی الله	فصل چهل و ششم-
در بیان نفس و دل و روح و سر	فصل چهل و هفتم-
در بیان محض عشق و ماهیت و حقیقت آن	فصل چهل و هشتم-
در بیان توحید	فصل چهل و نهم-
در بیان شیخی و مقتدائے درویشی	فصل پنجاهم-
در بیان اعتقاد اہل کشف	فصل پنجاه و یکم-
در بیان سند شستن درار بعین	فصل پنجاه و دوم-
در بیان توبہ	فصل پنجاه و سیوم-
در بیان اشغال مختلفہ	فصل پنجاه و چارم-
در بیان سند دعوت اسماء	فصل پنجاه و پنجم-
در بیان شروع دعوت	فصل پنجاه و ششم-
در بیان اسما با ختم آئینہ	فصل پنجاه و ہفتم-
در بیان تفصیل اسماء و فوائد آن	فصل پنجاه و هشتم-
در بیان بعض اسماء و مکاشفات	فصل پنجاه و نهم-
در بیان سلک چہارہ خانوادہ	فصل شصتم-

خاتمہ: و حضرت اشال خلافت از سید المرسلین داشتند . الخ

ترجمہ: تمت ہذہ النسخۃ المبارکہ الشریفۃ مسمی معدن الاسرار من تالیفات بفضلک (معفک) و ملفوظات قطب الاقطاب شیخ محمد بن العلاء المعروف اللقب بقاض قدس اللہ روحہ فی ریاض در النعمائے الایدجب الفرمود عامہ افطار شریفہ سالک محی طریقہ منبع علم حقیقہ عواص بحر معرفت متمکن ہدایۃ متوکل ولایۃ شاہباز دنیا و دین سیرغ کویہ قاف یقین مبارز میدان مجاہد ایوان مشاہرہ علم افراشتہ میدان کراری محمد طاہر اللقب محمد شاہباز شکاری طال اللہ عمرہ بید فقیر میر محمد الحواموشی الموسوی الحسینی الراقی ثم الدہلوی برائے مطالعہ بتاریخ ہفتم صفر ختم اللہ الخیر و الطفر روز دو شنبہ باتمام رسید مطابق ۱۱۳۶ ہجری۔

لکھا اچر جو رہی جی رکھہ جای کوئی

لکھہ ہارا پارو تو گل گل ماتی ہوئی

میر امام الدین را بگیری کے نوادرات علمی اور روحانی:

۱۔ مقتبس الانوار، مشہور بہ مناجح الشطار: میر امام الدین را بگیری کی پہلی تالیف ہے۔ وجہ تالیف وہ یہ بتاتے ہیں کہ جو کچھ تربیت سلوک کے دوران اپنے بزرگوں اور مشائخ سے حاصل کیا وہ اوراق متفرقہ میں منتشر تھا اور فرماتے ہیں کہ چوں کہ میں کثیر النسیان واقع ہوا ہوں لہذا خیال ہوا کہ اس سرمایہ سعادت کو مرتب کر لوں تاکہ آئندہ راہ سلوک پر چلنے والے اس سے بہرہ مند ہو سکیں اور میرے حق میں دعاء خیر فرمائیں (۷۴):

مگر صاحب دلے روز بر حمت

کند در کار این سکیں دعای

ونیز

گفت پیغیر خنک آزار کہ او

شد زدنیامند ازو رسم نگو

اس کتاب کی ترتیب و تدوین کی تاریخ انہوں نے نہیں لکھی مگر ان کی اخیر تالیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۱۶ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں کتاب مکمل ہو چکی تھی۔ ملفوظات کے مذکورہ سال کے بیان میں درج ہے (۷۵):

التماس نمودم کہ نام این رسالہ مقرر شود تا دیر نہ مایل شدند۔ عرض نمودم چند نام بندہ ہم اختراع نموده است۔ نام مناجح الشطار پسند نمودند کہ این نام خوب است۔

میں نے التماس کیا کہ اس رسالے کا نام مقرر فرما دیا جائے، کچھ دیر خاموش رہے۔ میں نے عرض کیا کہ بندے نے بھی کچھ نام اختراع کئے ہیں۔ مناجح الشطار نام پسند فرمایا اور

کہا کہ یہ نام اچھا ہے۔

مناہج الشطار کے دو قلمی نسخے موجود ہیں (۷۶)۔ زیر بحث نسخے میں ۲۴۴ اوراق ہیں اور کتاب مقدمہ (جس میں دس اصول ہیں) اور پانچ منہج (ہر منہج تین سے چوبیس فصلوں پر مشتمل ہے) پر منقسم ہے۔ اخیر میں ایک خاتمہ ہے۔

شروع: اما بعد پس می گوید بندہ بے مقدار بسیار گفتار اندک کردار فقیر عریق خیال عجیب عبد الحسیب المشتري مسکین بے تسکین امام الدین بن تاج الدین الخ

مقدمہ: در بیان اصول راہ سلوک کہ در اں وہ اصل است:

- | | |
|------------|--|
| اصل اول۔ | در بیان عمل صالح و علم نافع |
| اصل دوم۔ | در راہ حقوق بندگی۔ |
| اصل سیوم۔ | در زکوہ ایں قوم۔ |
| اصل چہارم۔ | در صوم۔ |
| اصل پنجم۔ | در اجتناب از نوائی۔ |
| اصل ششم۔ | در بیان مکارم اخلاق۔ |
| اصل ہفتم۔ | در تہذیب و تفتیش غذا۔ |
| اصل ہشتم۔ | در لزوم عبودیت۔ |
| اصل نہم۔ | در نوافل کہ سرمایہ قربت الہی است |
| اصل دہم۔ | در حضور مع اللہ۔ |
| منہج اول۔ | در آسائش و ارکان سلوک کہ سالک بالمصارہ سلوک تواند کرد در اں وہ فصل است: |
| فصل اول۔ | در بیان معنی سلوک و سالک و تفصیل مشارب مبطل و انواع مشارب محقق موصل بحق۔ |
| فصل دوم۔ | در تحقیق معنی شطار۔ |
| فصل سیوم۔ | در توبہ کہ اول منزل سابر الی اللہ است۔ |

- فصل چہارم۔ در بیان مرگ اختیاری کہ رکن اعظم وصول الی الحق است۔
- فصل پنجم۔ در بیان شیخ کامل و مکمل۔
- فصل ششم۔ در بیان اوصاف و اخلاق شیخ کامل۔
- فصل ہفتم۔ در بیان اسناد اذکار و اثبات او
- بدلائل آیات و حدیث۔
- فصل ہشتم۔ در بیان شرائط تلقین اذکار و اشغال۔
- فصل نہم۔ در آداب ذکر کہ پیش از ذکر و مشغولی بجا آمدند۔
- فصل دہم۔ در بیان اختلاف انواع ذکر کہ میان مشائخ رضوان اللہ علیہم ست۔
- منہج دوم:
- در ذکر شہای و مراقبہ کہ بایں فقیر رسیدہ و ثمرات آں و فوائد دیگر کہ متعلق بایں ذکر است از کتب مشائخ رضوان اللہ علیہم آوردہ۔ و در اں پنج فصل است:
- فصل اول۔ در بیان حصول شرف ملازمت آنحضرت و اجازت اوراد
- فصل دوم۔ فقیہ و تلقین ذکر نفی و اثبات از روحانیہ آنحضرت
- فصل سوم۔ در بیان بعضی شرط و فوائد کہ متعلق بذکر مذکور است
- فصل چہارم۔ در بعضی ثمرات ذکر نفی و اثبات کہ در کتب مشائخ است
- فصل پنجم۔ در بیان فتح باطن۔
- منہج سیوم:
- در اوضاع اذکار سلسلہ علیہ قادریہ و غیرہ کہ در رسالہ شیخ ابراہیم قادری است۔ در اں سہ فصل است:
- فصل اول۔ در بیان راہ حق و صفاء باطن۔
- فصل دوم۔ در بیان اعتصام و اختتام ذکر۔
- فصل سیوم۔ در بیان انواع ذکر سلسلہ علیہ قادریہ و غیرہ اذکار کہ بمصنف رسالہ از مشائخ کبار رسید۔

- منج چهارم: در بیان احوال و اذکار و اوصاف سایرین فی الله
 مع الله و سیاحان بخارا اسماء و صفات بجزایات الله اعنی
 خواجگان شکاری علی الله قدرهم و اوصل التیافتونهم -
 در ای بست و چهارم فصل است:
- فصل اول- در بیان اوصاف و اطوار ایشان -
 فصل دوم- در بیان مسند مشرب شکار و طریق اذکار ایشان که
 بایں خاکسار رسیده و سلسله خواجگان این مشرب
 در شرح و فوائد ارکان ثمانیه که
 شرط اذکار این مشرب است -
 فصل چهارم- در ثمره شرح رکن اول که ب است -
 فصل پنجم- در شرح الف که رکن دوم است -
 فصل ششم- در شرح و فوائد ص که رکن سیوم است -
 فصل هفتم- در بیان م که رکن چهارم است -
 فصل هشتم- در بیان ث ش م د که رکن
 پنجم و ششم و هفتم و هشتم است -
 فصل نهم- در بیان ذکر نفی و اثبات بطریق این مشرب -
 فصل دهم- در شرح تخته اول ۳ امیات و صفات
 که یکی از الواح سبعه معارف خواجگان این فقیر است -
 فصل یازدهم- در بیان تخته دوم که پنج نبات است -
 فصل دوازدهم- در بیان تخته سیوم که هفت طفوف مفتاح الغیب است -
 فصل سیزدهم- در شرح تخته چهارم که اخوات اند -
 فصل چهاردهم- در شرح تخته پنجم که هفت ملاحظات باصرف نداست
 و ارضاهفت ملاحظه دیگر با حرف هدا -
 فصل پانزدهم- در شرح تخته ششم که ختم ملاحظات اند با حرف ندا -

- فصل شانزدهم- در بیان تحفه هفتم که توحید ناب است-
 فصل هفدهم- در بیان ذکر هفت پیکر که ذکر صفات
 سبعه که اموات صفات باری تعالی است-
 فصل هیزدهم- در بیان انقسام اسماء الله به قسم-
 فصل نوزدهم- در بیان مراقبه-
 فصل بیستم- در بیان تفکر-
 فصل بیست و یکم- در بیان هفت بطن-
 فصل بیست و دوم- در شرح اسماء الحسنی-
 فصل بیست و سیوم- در بعضی اذکار و اشغال
 که باین (فقیر) از خواجگان دیگر رسیده-
 فصل بیست و چهارم- در بیان انوار که بر ذاکران و شاغلان ظاهری شود-
 منبج پنجم: در نتائج و ثمرات که بعد وصول الی الله
 مترتب می شود و فواید دیگر که محتاج ایبه سالک است-
 در این شانزده فصل است:
 فصل اول- در معراج این طایفه-
 فصل دوم- در بیان اقسام ریاضات-
 فصل سیوم- در بیان مراقبه و محاسبه و غیره که مصطلح این قوم است-
 فصل چهارم- در بعضی اصطلاحات صوفیه-
 فصل پنجم- در میان دفعه درجعت اعاز بالله تعالی من ذلک-
 فصل ششم- در بیان خطرات و اقسام آن-
 فصل هفتم- در اغلاط متصوفه جملاء-
 فصل هشتم- در بیان خطرات و اقسام آن (؟)
 فصل نهم- در بیان روح و قلب و عقل و نفس-
 فصل دهم- در بیان شریعت و طریقت و حقیقت-
 فصل یازدهم- در بیان چهار منزل که آن را چهار عالم نامند

- فصل دوازدہم۔ در توحید حق تعالیٰ۔
 فصل سیزدہم۔ در حفظ اوقات۔
 فصل چار دہم۔ در فوائد جلسات و بعضی انواع آں۔
 فصل پانزدہم۔ در آداب مرید باشخ۔
 فصل شانزدہم۔ در عشق کہ راہ نمائی حق و موصل حقیقی اوست۔
 خاتمہ: در فوائد کثیرہ است و نام ایں رسالہ
 مقتبس الانوار مناج اشار مقرر شدہ۔

نفعنا اللہ تعالیٰ بہا دسایر الطالبی الہدی لانہ ہو ولی التوفیق فی البدایہ والانتہی وهو
 حسبی و نعم المولی

۲۔ اوراد میرامام الدین:

میر موصوف کی دوسری تالیف ہے۔ اس کا اب تک صرف ایک نسخہ دستیاب ہو سکا ہے اور معدن الاسرار کے موجودہ نسخے کے ساتھ مجلد ہے (۷۷) باعث تحریر یہ ہوا کہ جو اوراد و وظائف اور اذکار و مراقبہ انھیں اپنے مشائخ سے پہنچے تھے انہیں روحانی متعلقین کیلئے مدون کر دیا جائے تاکہ ہر سعادت مند اس پر عمل کر کے مستفیض ہو اور مولف کو جزائے خیر پہنچے (۷۸)۔ اس مجموعے میں کل ۱۳۳ اوراق ہیں اور ۱۵ سطروں پر مشتمل ہے۔ پوری کتاب تینتالیس فصلوں پر محیط ہے اور کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے بعض جگہ پڑھنا ناممکن ہے۔

شروع: الحمد للہ الذی نور قلوب

العباد بانوار الوظائف

والاوراد۔۔۔۔۔ الخ۔

- فصل اول۔ در بیان بیدار شدن از خواب
 فصل دوم۔ در بیان استنجا و دخول در خلا۔
 فصل سیوم۔ در بیان وضو و غسل جنابت۔
 فصل چہارم۔ در بیان غسل۔
 فصل پنجم۔ در تیمم۔

در بیان اذان نماز-	فصل ششم-
در بیان سنت نماز فجر	فصل هفتم-
در بیان ادائی نماز فرض-	فصل هشتم-
در بیان نماز ظهر	فصل نهم-
(کرم خورده)	فصل دهم-
در بیان نماز مغرب-	فصل یازدهم-
در بیان نماز عشاء	فصل دوازدهم-
در وظائف شب جمعہ-	فصل سیزدهم-
در وظائف روز جمعہ-	فصل چهاردهم-
در بیان نمازها و سنن غیر موكده-	فصل پانزدهم-
در نماز چاشت-	فصل شانزدهم-
در بیان نماز تہجد-	فصل ہفدهم-
در بیان صلوٰۃ التبیح-	فصل ہیزدهم-
در بیان صلوٰۃ النیر-	فصل نوزدهم-
در بیان نماز استخارہ-	فصل بیستم-
در بیان اعادۃ مریض-	فصل بست و یکم-
در بیان غسل و تجہیز و تکفین میت-	فصل بست و دوم-
در بیان نماز جنازہ-	فصل بست و سیوم-
در بیان نماز عید الفطر-	فصل بست و چہارم-
در بیان عید الانعی-	فصل بست و پنجم-
در بیان زکوٰۃ-	فصل بست و ششم-
در بیان روزہ ماہ رمضان	فصل بست و ہفتم-
در بیان ذکر خدائی تعالیٰ-	فصل بست و ہشتم-
در بیان مراقبہ-	فصل بست و نهم-
در بیان اذکار متفرقات-	فصل سی ام-

فصل سی و یکم۔	در آداب مرید باش۔
فصل سی و دوم۔	در بیان شاہدان حضرت عزوجل۔
فصل سی و سوم۔	(کرم خوردہ)
فصل سی و چارم۔	(کرم خوردہ)
فصل سی و پنجم۔	بدانکہ دیدہ سالک کشادہ نگردد۔
فصل سی و ششم۔	در بیان محاسبہ۔
فصل سی و ہفتم۔	(کرم خوردہ)
فصل سی و ہشتم۔	(کرم خوردہ)
فصل سی و نہم۔	(کرم خوردہ)
فصل چہلم۔	در بیان شریعت و طریقت و حقیقت۔
فصل چہل و یکم۔	در بیان چہار منزل کہ آنرا چہار علم نامند۔
فصل چہل و دوم۔	در بیان توحید حق
فصل چہل و سیوم۔	در بیان بعض آداب مرید باش۔
خاتمہ:	و علی ملائکتک المقربین و علی اہل طاعتک اجمعین و ارحمنا برحمتک یا ارحم الراحمین

۳۔ ملفوظات رکن الدین شطاری:

میرامام الدین راجگری کی تیسری اور اخیر تالیف ہے۔ ۷۳ اوراق پر مشتمل یہ ملفوظات جس کے دو نسخے خدائیش اور نیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ اور ایک نسخہ ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے (۷۹)۔ غالباً ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء میں شیخ رکن الدین شطاری کے انتقال کے بعد مرتب کئے گئے کیونکہ اس میں شیخ کے وصال کے حالات اور انتقال کی قطعہ تاریخ درج ہے (۸۰)۔ ممکن ہے اس سے پہلے یہ ملفوظات میر موصوف نے اپنی یادداشت یا بیاض میں نقل کئے ہوں۔ ہر چند کہ اوائل عمری سے شیخ رکن الدین کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور قبل خلافت سے بھی سرفراز ہو چکے تھے مگر ملفوظات جمع کرنے کا خیال دیر سے آیا ہوگا۔

ملفوظات میں ۱۱۰۳ھ مطابق ۱۶۹۲ء سے ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء تک تقریباً چودہ ۱۴ سال کے اندراجات و قفوں کے ساتھ موجود ہیں۔ چونکہ میرام الدین دریائے گنگا کے جنوب راجگر میں رہتے تھے اور وقتاً فوقتاً ملاقات کے لئے شمالی ہمار، جندہا آیا کرتے تھے لہذا قفوں کا ہونا لازمی ہے۔ غالباً مولف اس کتاب کو پانچ شرف جو کئی مجلسوں پر محیط ہے منقسم کرنا چاہتے تھے مگر شروع میں شرف کا ذکر نہیں آیا اور مجلس سے آغاز کیا گیا ہے اور یکایک ورق ۳۵ الف پر "شرف ثالث" تحریر ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابواب کی تقسیم شرف کے عنوان کے تحت کرنا چاہتے تھے۔ ان ملفوظات کے جمع کرنے کے پیچھے بھی وہی جذبہ کار فرما تھا جو پہلی دو کتابوں کی تالیف کا باعث تھا یعنی "حفظ و نگاہداشت کلمہ انفاں نفسیہ" طلب سعادت منداں" اور "طع جزائے خیر" (۸۱)۔

شروع: ملفوظات شیخ الاسلام والمسلمین قطب المشائخ قطب الحق والدین مجمع اسرار ذات و منظر آثار صفات صاحب ارشاد و تلقین والی ولایت ہند آیت متین نمونہ بقیہ سلف صاحب کمال و کامکاری مخدومی شیخ عین الدین عبدالباری المشترب شیخ رکن الدین احمد ۱۰۰۰۰۰ الخ۔

شرف اول (۱۶۹۲ء): ربیع الاول ۱۱۰۳ھ اور اسی ماہ میں ختم کل سولہ مجلسیں۔

شرف ثانی (۱۶۹۳ء): رمضان تازی الحجۃ ۱۱۰۶ھ، تینس ۲۳ مجلسیں۔

شرف ثالث (۱۶۹۶ء): شروع میں کوئی تاریخ درج نہیں ہے اختتام شوال ۱۱۰۸ھ دس مجلسوں پر مشتمل ہے۔

شرف رابع (۱۷۰۳-۱۶۹۷ء): ذی قعد ۱۱۰۹ھ تازی الحجۃ ۱۱۱۶ھ - انتیس ۲۹ مجلسوں پر مشتمل ہے۔

شرف خامس (۱۷۰۵ء): ۸ جمادی الثانی تا ۱۸ جمادی الثانی ۱۱۱۷ھ چھ مجلسوں پر مشتمل ہے۔

یوں تو ملفوظات رکن الدین شطاری کا اصل موضوع تعلیمات تصوف ہے مگر تاریخ کے طالب علم کے لئے بھی اس میں بڑی دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ تاریخی واقعات پر مشائخ کا رد عمل بھی صاف عیاں ہے۔ سلطان حسین شاہ شرقی کی شیخ قاضی شطاری کی خانقاہ میں آمد (۸۲) شیخ پھول برادر کلان شیخ محمد غوث گویاری کا مرزا ہندال برادر شہنشاہ ہمایوں کے ہاتھوں جام شادت نوش کرنا، (۸۳) شاہجہاں کی بغاوت، پٹنہ میں اس کی آمد اور مشائخ وقت سے ملاقات اور اس کے اثرات، (۸۴) قید و بند میں شہزادہ دارا شکوہ کی صعوبتیں اور اس سے متاثر ہو کر اس

کے ملازم کا ترک دنیا، (۸۵) شہزادہ عظیم الشان کی شیخ رکن الدین شطاری سے ملاقات کی خواہش اور شیخ کی سرد مہری (۸۶)، شیخ کی وفات پر شہزادے کی تعزیت اور مزار پر چادر پوشی اور قرآن خوانی (۸۷)، وغیرہ۔

اس مخطوطے پر سید حسن سجاد محلہ محل پر، بہار شریف ضلع ٹانڈہ کے تحریر کردہ کچھ حاشے موجود ہیں جو ملفوظات کے اندراجات کو سمجھنے میں بڑے مفید ہیں۔ وہ خود کو میر سید جعفر یکے از مرشد بن میر امام الدین را بگیری کی اولاد لکھتے ہیں۔

میر امام الدین اپنی عظیم علمی و روحانی شخصیت کی وجہ سے معاصر حلقوں میں بے حد مقبول تھے۔ روحانی حلقوں میں ان کی بات حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ (۸۸)۔ اپنی بے پناہ عبادت، ریاضت، علمی وقار جاذب نظر شخصیت کی وجہ سے اپنے مرشدین کے بھی محبوب تھے۔ سترہویں صدی کے ربع آخر سے اٹھارہویں صدی کے دوسری دہائی کے اخیر تک وہ صوبہ بہار کے علمی و عرفانی حلقوں میں اہم حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی روحانی صلاحیتوں کا شہرہ سن کر فرخ سیر دہلی روانہ ہونے سے قبل را بگیری حاضر ہو کر ان سے دعاء کا خواستگار ہوا تھا (۸۹)۔ حقیقت یہ ہے کہ بہار اور اس کے نواح کے شطاری صوفیاء کے کارنامے، ہندوستان میں سلسلہ شطاریہ کی تعلیمات اور مشرب شطاریہ کی دعوت و فلسفہ تصوف پر وہ انخفا میں رہ جاتے اگر میر امام الدین کی تالیفات موجود نہ ہوتیں۔ سلسلہ شطاریہ کے مشائخ اور ان کی تعلیمات کی ایک جامع تاریخ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ میر امام الدین را بگیری کے نوادرات علمی اس سلسلے میں بے حد مددگار اور چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ "سلسلہ شطاریہ بہار میں" (۹۰) اور زیر نظر مقالہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ فضیل احمد قادری، "سلسلہ شطاریہ بہار میں"، فکر و نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، جلد ۳۵، شمارہ ۲، اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۷۰-۷۷

۲۔ میر امام الدین نے اپنے حالات بہت کم بیان کئے ہیں مگر اپنی تحریروں کے بین السطور جگہ جگہ اپنی جھلک دکھا دیتے ہیں۔ کس نفسی کا یہ عالم ہے کہ اپنا پورا نام بھی تحریر نہیں کرتے۔ کہیں امام الدین تو کسی جگہ

عبدالحسیب امام الدین لکھتے ہیں۔ خواجہ فضل اللہ اس خلافت نامے میں درج ہے جو شیخ رکن الدین شکاری سے ملا تھا، ملاحظہ ہو منابع الشارح، مخطوط نمبر ۳۴۲۲، خدابخش اور نیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ، ورق ۳۶۱ الف۔ عبدالحسیب امام الدین اسی مخطوطے کے ورق الف پر درج ہے۔

۳۔ یہ حالات مختصراً کریم الدین احمد نے مخزن الانساب، پٹنہ، ۱۳۳۲ھ ص ۱۶ اور ۱۸ پر جمع کئے ہیں۔ کریم الدین احمد کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفصیلات جو مختصر ہیں انھیں ”زبانی روایتوں“ سے دستیاب ہوئے تھے۔ موصوف نے میرسید جو کو سلطان فیروز شاہ شرقی کا داماد اور مخدوم بدر الدین بدر عالم زاہدی کا ہم زلف لکھا ہے۔ فیروز شاہ نام کا کوئی بادشاہ شرقی سلاطین میں نہیں گذرا اور مخدوم بدر عالم زاہدی اور میرسید جو میں بعد زمانی ہے۔ میرمنجن دانشمند کی پیدائش لکھنؤ کی، بنگال میں ہوئی، ملاحظہ ہو سید انظر عباس رضوی کی ہندی تصنیف، منزل کالین بھارت، جلد ۲، علی گڑھ، ۱۹۶۲ء، ص ۳۹۲۔ اور ان کی والدہ دہلی کے قاضی سید ساء الدین دہلوی کی صاحبزادی تھیں۔ ملاحظہ ہو، قاضی معین الدین احمد کا غیر مطبوعہ پی ایچ۔ ڈی مقالہ

The History of Shattari Silsilah, Aligarh, 1963, p. 89.

۴۔ شیخ قاضی شکاری (۹۵-۱۴۲۳ء) کے حالات و تعلیمات کے لئے ملاحظہ ہو فضیل احمد قادری کا مقالہ محولہ بالا۔

۵۔ کریم الدین احمد، محولہ بالا، ص ۱۶۔

۶۔ ایضاً ص ۱۸ پیر کریم الدین احمد نے میرامام الدین کے مزار واقع ”مکی کلاں“ ہمار شریف ضلع ناناندہ کے قریب ایک ”پختہ مسجد تعمیر کردہ بزبان فرخ سیر کا ذکر کیا ہے۔ یہ مسجد خود میرامام الدین نے تعمیر کرائی تھی۔ میر موصوف کے مرشد شیخ رکن الدین شکاری اکثر مسجد کی تعمیر ترقی کے احوال دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ملفوظات رکن الدین شکاری، مخطوط ۱۸۴۳ء، خدابخش اور نیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ، ورق ۳ ب

۷۔ کریم الدین احمد، محولہ بالا، ص ۱۸۔

۸۔ ملفوظات رکن الدین شکاری، ورق ۷ الف۔ میرسید جعفر قادری رشیدی (م ۱۶۹۳ء) سلسلہ شکاریہ کے مجاز تھے۔ سلسلہ شکاریہ کی تعلیمات پر ایک ”رسالہ شکاریہ“ آپ سے یادگار بتائی جاتی ہے شیخ رکن الدین سے آپ کے ”روابط قلبی“ کا ذکر ملفوظات میں اکثر آیا ہے۔

۹۔ ایضاً ورق ۱۳ ب۔

۱۰۔ ایضاً ورق ۸ ب۔

- ۱۱۔ ایضاً، ورق ۹ الف۔
- ۱۲۔ شاہ نعمت اللہ کے مختصر حالات کے لئے ملاحظہ ہو، عبدالحی، 'زہتہ الخواطر' حیدر آباد، ۱۹۷۰ء، جلد ۵، ص ۲۳۳-۲۳۴: اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے بنگال، لاہور، ۱۹۶۵ء، ص ۲۱-۳۱۹: شیخ محمد اکرام، 'رود کوثر' دہلی (طبع جدید)، ص ص ۱۳-۵۱۳۔
- ۱۳۔ مناجح اشعار، محولہ بالا، ورق ۵۹ ب۔
- ۱۴۔ ایضاً۔
- ۱۵۔ ایضاً، ورق ۶۱ الف۔
- ۱۶۔ ایضاً، ورق ۶۱ ب۔
- ۱۷۔ ایضاً، ورق ۶۳ الف۔
- ۱۸۔ ایضاً۔
- ۱۹۔ ایضاً۔
- ۲۰۔ ایضاً، ورق ۶۳ ب۔
- ۲۱۔ مخدوم شعیب فردوسی مصنف مناقب الاصفیاء، مطبوعہ کلکتہ، ۱۸۹۵ء۔
- ۲۲۔ مناجح اشعار محولہ بالا، اوراق ۲۱۲ ب تا ۲۱۳ الف۔
- ۲۳۔ ایضاً، ورق ۲۱۳ الف۔
- ۲۴۔ فیروز پور یا فیروز آباد (گوڑ) بنگال میں اسلامی حکومت کی ابتداء سے مرکز کی حیثیت رکھتا تھا پھر بھی امام الدین کا بیان تعجب خیز ہے۔ ممکن ہے شاہ نعمت اللہ نے نواحی علاقے میں نسبتاً غیر آباد مقام پر اپنا تکیہ بسایا ہو۔
- ۲۵۔ رباعیات اور مثنوی کے اشعار ثابت کرتے ہیں کہ شاہ صاحب خوش گو شاعر تھے۔ ان کی مثنوی کا مجموعہ بھی تھا جو اکثر شیخ رکن الدین شکاری کے مطالعے میں رہتا۔ مثنوی پڑھ کر وہ تادیر "سوز و شوق و سرور" میں رہتے تھے۔ ملفوظات رکن الدین شکاری، محولہ بالا، ورق ۴۲ ب۔
- ۲۶۔ ایضاً۔
- ۲۷۔ مشائخ کے اس قسم کی سخاوت ہندوستان میں روحانی سلاسل کے دور اول سے مشہور ہے۔ شیخ بہا الدین زکریا ملتانی گورنمنٹ کالج کو بوقت ضرورت مالی امداد دیتے تھے۔ سیر العارفین، دہلی، ۱۳۱۱ھ، ص ۱۱۴۔

- ۲۸۔ مناج الشطار، محولہ بالا، ورق ۱۱۳ الف۔
- ۲۹۔ ایضاً۔
- ۳۰۔ میرام الدین کا بیان مبہم ہے۔ وہ لکھتے ہیں، "بفرمائش بادشاہ جمائگیر ترجمہ قرآن نوشتہ بود کہ حروف آں تفسیر جمائگیری می گویند"۔ لہذا یہ کتنا مشکل ہے کہ یہ ترجمہ تھا۔ اگر واقعی یہ ترجمہ تھا تو یقیناً شاہ ولی اللہ کے ترجمہ قرآن سے پہلے کا تھا مگر نام تفسیر جمائگیری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تفسیر تھا ترجمہ نہیں۔
- ۳۱۔ مناج الشطار، محولہ بالا، ورق ۲۱۳ ب۔
- ۳۲۔ میر سید علی منہج نے شیخ قاضی کے ملفوظات کا مجموعہ "معدن الاسرار" کے نام سے مرتب کیا ہے جو مشرب شطاری کی تعلیمات و اسرار و رموز کا نادر مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ منہج سے اودھی زبان میں ایک طویل عشقیہ مثنوی "مدحوماتی" یادگار بنائی جاتی ہے۔ جس کا سنہ تصنیف ۱۵۳۵ء ہے۔ مدحوماتی کو ماما پرشاد گیتا نے مرتب کر کے شائع کر دیا ہے۔ مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۶۸ء: تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کرشن ناراین پرشاد گدھ، ہندی سہتیہ: یک اور دھارا، پنڈہ ۱۹۶۶ء، ص ۱۱۸ اور ہندی سہتیہ کا اتھاس، مرتبہ ڈاکٹر گمندر وغیرہ، دہلی، ۱۹۷۳ء، ص ۱۳۸، مدحوماتی کے مصنف منہج کی وطنی نسبت مشتبہ ہے کچھ لوگوں نے ان کی پیدائش لکھنؤئی (بنگل) کی بتائی ہے مگر پروفیسر کرشن ناراین پرشاد گدھ کا خیال ہے کہ مدحوماتی کے مصنف منہج را بگیری ہی ہیں۔ ملاحظہ ہو پروفیسر گدھ کا فاضلانہ مقالہ، ہندی اور اسمیہ (آسانی) کے مدحوماتی سٹیک کا ویہ، پرگتی، مارچ ۱۹۸۳ء، جوگی پور، قائلندہ۔ ان تفصیلات کے لئے میں پروفیسر کرشن ناراین پرشاد گدھ پروفیسر شعبہ ہندی وڈین اسکول آف ہومینٹیز منی پور یونیورسٹی، امثال کا مشکور ہوں۔
- ۳۳۔ ملفوظات رکن الدین شطاری، محولہ بالا، ورق ۳۲ ب۔
- ۳۴۔ ایضاً، ورق ۵۶ الف۔
- ۳۵۔ مناج الشطار، محولہ بالا، ورق ۹۰ ب۔
- ۳۶۔ خلافت نامہ، ایضاً، اوراق ۴۶۱ الف تا ۴۶۲ الف۔
- ۳۷۔ ملفوظات رکن الدین شطاری، اوراق ۱۵ ب تا ۱۶ الف
- ۳۸۔ ترجمہ: اللہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں کہیں تم ہو، قرآن کریم، ۱:۲۷
- ۳۹۔ ملفوظات رکن الدین شطاری، محولہ بالا، ورق ۵۴ ب۔

- ۴۰۔ سلسلہ شطاریہ بہار میں، محولہ بالا، ص ۵۷۔
- ۴۱۔ ملفوظات رکن الدین شطاری، محولہ بالا، ورق ۷۳ ب۔
- ۴۲۔ مناجات الشطار، محولہ بالا، اوراق ۴۶۲ الف تا ۴۶۳ الف۔
- ۴۳۔ ایضاً، اوراق ۴۶۲ الف تا ۴۶۳ الف۔
- ۴۴۔ ایضاً، ورق ۴۶۶ الف۔
- ۴۵۔ ایضاً۔
- ۴۶۔ شیخ فرید الدین گنج شکر (م۔ ۱۳۶۵ء) کے صاحبزادہ دوم شیخ شباب الدین کی اولاد دہلی، فتح پور سیکری، جوینور وغیرہ میں آباد ہوئی۔ ملاحظہ ہو خلیق احمد نظامی کی کتاب۔
The life and times of Farid - ud - Din Ganj-i-Shakar, Delhi (Reprint) 1987, p. 60.
 بہار کے مختلف مقامات پر آباد ہونے والے حضرات فتح پور سیکری کے فروغ ہے۔ شعیب رضوی، اعیان وطن، پٹنہ، ۱۹۵۳ء، ص ۳۵۲۔
- ۴۷۔ مناجات الشطار، محولہ بالا، ورق ۴۶۶ الف۔
- ۴۸۔ ایضاً، ورق ۴۶۶ الف۔
- ۴۹۔ تذکرہ الانساب، محولہ بالا، ص ۱۸۔
- ۵۰۔ *A Fifteenth Century Shattari Sufi Saint of North Bihar, Journal of Bihar Research Society, Vol. XXXVII, pts. 1-2, 1951, P.72.*
- ۵۱۔ *The Shattari Saints and their Attitude towards the State, Medieval India Quarterly, Vol. I, No. 2, October, 1950, P.70.*
- ۵۲۔ تاریخ مشائخ چشت، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۰ء، ص ۱۸۳۔
- ۵۳۔ شاہ عبداللہ شطار نے رسالہ لطائف غیبیہ ہندوستان میں مکمل کی اور سلطان مالوہ غیاث الدین غلی (۱۵۰۰-۱۳۶۹ء) کے نام معنون کی۔ سلطان سے شاہ صاحب کے گہرے مراسم تھے۔ غوثی شطاری، اذکار ابراہیم ترجمہ گلزار ابراہیم، لاہور، ص ۱۶۲۔
- ۵۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، دہلی، ۱۳۰۹ھ، ص ۹۵-۹۳۔
- ۵۵۔ مشہور محدث، مورخ اور تذکرہ نگار (م ۱۶۳۲ء) حالات و کارناموں کے لئے ملاحظہ ہو، خلیق احمد نظامی،

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، دہلی، ۱۹۵۳ء

- ۵۶۔ اخبار الاخیار، محولہ بالا، ص ۱۹۵۔
- ۵۷۔ مخطوطہ نمبر ۲۲۵، المکتبہ، کیٹلاگ انڈیا آفس لائبریری، لندن، ۱۹۱۳ء۔
- ۵۸۔ اس نسخے کا مائیکرو فلم خدائش اور نیشنل پبلک لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔
- ۵۹۔ یہ نسخہ نہایت اہم ہے۔ سجادہ گان خانقاہ مجیب پھلواری شریف کے مطالعے میں رہ چکا ہے۔ متعدد مشائخ پھلواری کی مہرس اور دستخط اس پر موجود ہیں۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو، سلسلہ شکاریہ بہار میں، محولہ بالا، حوالہ نمبر ۲۲۔
- ۶۰۔ نتائج اشعار، محولہ بالا، ورق ۴۱۳ الف۔
- ۶۱۔ بحرائیات میں پہلی بار صوفی حلقوں سے دانشورانہ سطح پر تصوف اسلامی پر ہندو خیالات کے اثرات پر بحث کیا گیا۔ بہت قبل یہ کتاب دہلی سے شائع ہوئی تھی اب تقریباً نایاب ہے۔ داراشکوہ سے بہت قبل شیخ گوالپاری نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندو۔ مسلم خیالات کے اتصال کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی اور اپنے علم و عرفان اور روحانی وجدان کو صفحہ قرطاس پر بکھیر دیا۔ گو شروع کی تحریروں میں صحو غالب رہا مگر بعد میں اپنے خیالات میں "اعتدال و توازن" قائم کیا اور "جواہر خمسه" کی از سرنو ترتیب فرمائی۔ غوثی شکاری، محولہ بالا، ص ۲۲۶۔
- ۶۲۔ مغل مورخین نے انھیں شیخ بھلول لکھا ہے ملاحظہ ہو، ابو الفضل، اکبر نامہ، لکھنؤ، ۸۳۔ ۱۸۸۱ء، جلد اول، ص ۳۸۔ ۳۳۷، معتد خاں، اقبال نامہ جماعتگیری، کلکتہ، ۱۸۶۵ء، جلد اول، ص ۳۸۔ ۳: شاہنواز خاں صفوی، تاثر الامراء، کلکتہ، ۹۰۔ ۱۸۸۸ء، جلد دوم، ص ۵۷۶۔ برخلاف اس کے شکاری ماخذوں میں ہر جگہ "شیخ بھول" آیا ہے اور یہی قابل قبول معلوم ہوتا ہے۔
- ۶۳۔ ملفوظات رکن الدین شکاری، محولہ بالا، ورق ۴ ب۔
- ۶۴۔ شاہنواز خاں صفوی، محولہ بالا، ص ۵۷۴، معتد خاں، محولہ بالا، ص ۱۴۹۔ ازکار ابرار کے نام سے گزار ابرار کا اردو ترجمہ بہت قبل آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ طبع جدید لاہور، پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔
- ۶۵۔ مخطوطات، ایشیا ٹیک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ، مخطوطہ نمبر ۲۴: و نیز حبیب سنج کلکشن، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مخطوطہ نمبر ۳۵۸۔
- ۶۶۔ الحقیقۃ الحمدیہ کا نسخہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں موجود ہے۔ مخطوطہ نمبر ۱۳۸۱، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو زبید احمد کی کتاب:

The Contribution of Indo - Pakistan to Arabic literature, Lahore, (Reprint) 1968, p. 350.

۶۷۔ اس عربی ترجمے کے قلمی نسخے انڈیا آفس، لندن، میلبورن ٹیک نیشنل، پیرس، رضا لاہوری، رام پور، برلن لاہوری اور ایشیا تک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ میں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو زبید احمد، محولہ بالا، ص ۳۵۲۔

۶۸۔ ایضاً۔ بحوالہ مائثر الکرام (آزاد بکراچی) و خلافتہ الامار (محمد عیسیٰ)۔

۶۹۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، لکھنؤ، ۱۹۱۳ء، ص ۱۳۵۔

۷۰۔ زبید احمد، محولہ بالا، ص ۳۵۳۔

۷۱۔ ایضاً، ص ۲۷۶۔

۷۲۔ رحمان علی، محولہ بالا۔

۷۳۔ سید حسن عسکری، محولہ بالا، ص ۸۱، حوالہ نمبر ۵۲۔

۷۴۔ نتائج الشطار، محولہ بالا، ورق الف۔

۷۵۔ ملفوظات رکن الدین شطاری، محولہ بالا، ورق ۳۰ ب۔

۷۶۔ خدابخش اور نیشنل بلیک لاہوری، پٹنہ، مخطوطات نمبر ۲۲۳۳ و نیز نمبر ۱۸۳۸۔ زیر نظر مقالے کے لئے مخطوطہ نمبر ۲۲۳۳ استعمال کیا گیا ہے۔ مخطوطہ نمبر ۱۸۳۸ دو دو حصوں میں علیحدہ مجلد ہے۔

۷۷۔ مخطوطہ خانقاہ عجیبہ پھلواری شریف، پٹنہ۔

۷۸۔ اوراد امام الدین، مخطوطہ پھلواری شریف، ورق الف۔

۷۹۔ مخطوطات نمبر ۱۸۳۳ و نیز نمبر ۳۰۱۰۔ زیر مطالعہ مخطوطہ نمبر ۱۸۳۳ ہے۔

۸۰۔ ملفوظات رکن الدین شطاری، محولہ بالا، ورق ۷۳ ب۔

۸۱۔ ایضاً، ورق الف۔

۸۲۔ ایضاً، ورق ۴۸ ب۔

۸۳۔ ایضاً، ورق ۴۵ ب۔

۸۴۔ ایضاً، اوراق ۴۴ ب تا ۴۵ ب۔

- ۸۵۔ ایضاً، اوراق ۳۱ الف تا ۳۱ ب۔
- ۸۶۔ ایضاً، اوراق ۳۵ الف و ۵۹ ب۔
- ۸۷۔ ایضاً، ورق ۷۳ ب۔
- ۸۸۔ ایک معاصر ملاو جیہہ الحق پھلواروی (۱۷۳۷ - ۱۶۸۸ء) میر امام الدین کی توجہات باطنی اور ان کی تالیف مناہج اشار سے مستفیض ہوئے تھے۔ ملاو جیہہ الحق نے اپنی تالیف نزلة السالکین میں اس کا اعتراف بڑے پر زور لہجے میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ابو الہیات قادری، تذکرۃ الکرام، اردو ترجمہ از محمد یعقوب، بحوالہ نزلة السالکین۔ اردو ترجمہ تذکرۃ الکرام، پٹنہ، ۱۳۲۶ھ، ص ۸۹۔
- ۸۹۔ مخزن الانساب، محولہ بالا، ص ۱۸۔
- ۹۰۔ فضیل احمد قادری، محولہ بالا۔



© rasailojaraid.com